خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے تقویٰ بڑھانے کی توفیق ملے گی

اتنا ہی انفاق فی سبیل اللہ تمہارے لئے بہتر ہوتا چلا جائے گا

(خطبہ جمعہ فرمودہ 31 / اکتوبر 1997ء بمقام مسجد فضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیات کریمہ کی تلاوت کی:

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ۗ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۷﴾ اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۸﴾ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۹﴾

(التغابن: 17 تا 19)

پھر فرمایا:

آج چونکہ تحریک جدید کے نئے سال کا آغاز ہو رہا ہے اس لئے میں نے یہ آیات جو مالی قربانی سے تعلق رکھتی ہیں آپ کے سامنے پڑھ کر سنائی ہیں۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ ایک بہت ہی پیارا انداز ہے خطاب کا، ہر انداز ہی قرآن کا پیارا ہے اور اس میں ایک ایسی نرمی اور لوچ پایا جاتا ہے جو دوسرے خطابات میں نسبتاً کم ملتا ہے۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جتنی بھی تمہیں توفیق ہے۔ بہت ہی پیارا انداز ہے خطاب کا، مومنوں سے توقع ہے وہ تقویٰ اختیار کریں گے۔ تقویٰ کے بہت بلند مقامات ہیں جنہیں طے کرنا ہے تو آخری مقام کی طرف اشارہ

کئے بغیر آغاز سے آخر تک تمام مقامات کی طرف اشارے کر دئے۔ تم میں جتنی بھی توفیق ہے تقویٰ کو، تقویٰ اختیار کرو اور اس میں ایک یہ بھی نصیحت ہے کہ تقویٰ کی توفیق ڈھونڈتے رہو۔ یہ بہت ہی اہم مضمون کا حصہ ہے جسے ہمیں فراموش نہیں کرنا چاہئے۔

مَا اسۡتَطَعۡتُمۡ کا مطلب ہے اپنی توفیق کے مطابق جہاں تک کر سکتے ہو کرتے چلے جاؤ اور تقویٰ، تقویٰ کی استطاعت بڑھاتا ہے۔ تو اس پہلو سے فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسۡتَطَعۡتُمۡ کا مطلب یہ بنے گا کہ اللہ تعالیٰ کے تقویٰ کی جہاں تک توفیق ہے وہ تقویٰ اختیار کرو اور تمہارا تقویٰ تمہاری توفیق بڑھاتا رہے گا۔ جب تک تم اسے کھینچ کر اپنی توفیق کی انتہاء تک پہنچاؤ گے تو اس وقت تمہیں اور توفیق ملتی چلی جائے گی اور یہ ایک ایسا حقیقی مضمون ہے کہ جسے تمام خدا تعالیٰ کے سلوک کی راہیں طے کرنے والے جانتے ہیں۔ ہمیشہ ہر نیکی نیکیوں کی توفیق کو بڑھاتی ہے۔ پس مَا اسۡتَطَعۡتُمۡ کہہ کر جو نسبتاً کمزور تقویٰ والے ہیں ان کی بھی ہمت افزائی فرما دی اور بڑے پیار سے سمجھایا کہ جتنی توفیق ہے کرتے چلے جاؤ لیکن راز کی بات یہ ہے کہ توفیق کے مطابق کرو گے تو تمہاری توفیق ضرور بڑھائی جائے گی۔

وَاسۡمَعُوۡا وَاَطِيۡعُوۡا سیدھا سا کام ہے۔ تقویٰ کا آغاز سمع اور اطاعت سے ہوتا ہے۔ جو کچھ سنتے ہو اس کی اطاعت کرتے رہو کوئی اتنا مشکل کام نہیں۔ وَاَنۡفِقُوۡا خَيۡرًا لِّاَنۡفُسِكُمۡ اور انفاق کرو یعنی خدا کی راہ میں خرچ کرو یہ تمہارے اپنے لئے بہتر ہے یعنی خدا کی راہ میں خرچ کرنا کسی پر احسان نہیں ہے سوائے اپنی ذات کے اور بہتر کن کن معنوں میں ہے۔ وہ سب معانی تقویٰ سے طے ہوں گے۔ جتنا تمہیں تقویٰ بڑھانے کی توفیق ملے گی اتنا ہی تمہارے لئے انفاق فی سبیل اللہ بہتر ہوتا چلا جائے گا۔

وَمَنۡ يُّوۡقَ شُحَّ نَفۡسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ بات دراصل یہ ہے کہ وَمَنۡ يُّوۡقَ شُحَّ نَفۡسِهٖ کا انداز کہنے کا یہ ہے کہ بات تو دراصل یہ ہے کہ جو بھی اپنے نفس کے بخل سے بچایا جائے، فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ پس وہی ہیں جو فلاح پانے والے ہیں۔ انسان کے نفس کا بخل انسان کے خلاف ہے اور جتنا یہ بخل بڑھے اتنا ہی انسان کے لئے مضر اور نقصان دہ ثابت ہوتا ہے۔ پس وَمَنۡ يُّوۡقَ شُحَّ نَفۡسِهٖ میں دراصل تقویٰ کا ایک پھل بیان فرما دیا

گیا کہ اگر تم تقویٰ اختیار کرو گے خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ تمہارے نفسوں کے لئے بہتر ہوگا جس کا پہلا پھل یہ ملے گا وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ تم اپنے نفس کی خساستوں سے بچالئے جاؤ گے اور تقویٰ کے ساتھ جو خرچ ہوتا ہے اس میں ہمیشہ انسان اپنے نفس کی خساستوں سے بچایا جاتا ہے۔ نفس کی خساست، نفس کا بخل جو خدا کی راہ میں حائل ہو جائے وہ اپنی راہ میں بھی حائل ہو جایا کرتا ہے اور اکثر یہ بخل کرنے والے سوچتے نہیں کہ وہ جو کچھ بھی بچا کے رکھتے ہیں وہ ان کی موت کے بعد اس دنیا میں پڑا رہ جاتا ہے اور یہ بخل ان کو اس حد تک اپنی کمائی سے محروم کر دیتا ہے کہ ایسے بھی ہیں جو کروڑوں کماتے ہیں اور بینکوں میں داخل کرتے چلے جاتے ہیں اور اپنی ذات پہ خرچ کرنے کی توفیق نہیں ملتی۔ نہایت گندے کپڑے پہنے ہوں گے۔ بعض ان میں سے ایسے بھی ہیں جو گندے کپڑے بھی پہنتے ہیں ان کو صاف کپڑے پہننے کی توفیق نہیں ملتی۔ کچھ ایسے بھی ہیں جو اپنی ذات کو تو سجا کے رکھتے ہیں مگر جو اموال ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتے ہیں ان سے جیسا استفادہ کرنے کا حق تھا ویسا استفادہ نہیں کر سکتے۔ اپنے پیسے پر ہاتھ ڈالتے ہوئے ڈر لگتا ہے۔ اس کو شُحَّ نَفْسِهٖ کہتے ہیں یعنی نفس کی ایسی بخیلی جو خود تمہاری راہ میں حائل ہے، تمہیں توفیق ہی نہیں عطا کر رہی کہ اپنے پیسے سے خود ہی استفادہ کر سکو۔ تو پہلا پھل اس کا انسان کے لئے یہ ہوگا۔ خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ تمہارے لئے بہتر ہوگا۔ جب بھی خدا کی راہ میں ہاتھ کھولو گے تو تمہیں خرچ کا سلیقہ آئے گا اور جو خدا کی خاطر اپنا ہاتھ کھولتے ہیں ان کو علم نہیں کہ بعد میں خدا ان کو خود بتاتا ہے کہ اپنے اہل پر بھی خرچ کرو، اپنے گردوپیش پر بھی خرچ کرو، اپنے دوستوں پر، غرضیکہ خدا کی خاطر خرچ کرنے والے خدا ہی سے اپنے لئے خرچ کے طریقے بھی معلوم کرتے ہیں، خدا کی تعلیم ہی سے جانتے ہیں یا یہ علم رکھتے ہیں کہ ان کو کس کس جگہ کس طرح خرچ کرنا چاہئے اور یہ مضمون بہت وسیع ہے۔ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ کے اندر یہ داخل ہے۔ وہ مفلحون ہوتے ہیں۔ فلاح پانے والے لوگ ہیں اور جو فلاح پانے والا ہے اس کا ہر خرچ بہترین ہوگا۔ ہر قسم کے جھنجٹ سے نجات پا جائے گا۔ ہر قسم کی دنیا کی ملونیاں اس کو چھوڑ دیں گی اور اسے رہنے کا سلیقہ آ جائے گا۔ پس پہلا اجر تو خدا کی راہ میں خرچ کرنے کا اس طرح بیان ہوا کہ گویا سب کچھ یہی ہے تمہیں ساتھ کے ساتھ اس کا پھل ملتا چلا جائے گا لیکن ابھی آغاز ہے۔ مفلحون کی

تعریف ابھی اور آنے والی ہے۔ جب اس کو آپ پڑھیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ ایک لامتناہی سلسلہ ہے انعامات کا جو اللہ کی خاطر خرچ کرنے سے شروع ہو جاتا ہے۔

اِنۡ تُقۡرِضُوا اللّٰہَ قَرۡضًا حَسَنًا یُّضٰعِفۡهُ لَكُمۡ وَیَغۡفِرۡ لَكُمۡ خرچ کرو جتنا چاہتے ہو۔ اس کی ایک فلاح تو تم فوراً اپنی آنکھوں سے دیکھ لوگے اور تمہارے لئے تمہارا اپنا روپیہ بہت بہتر ثابت ہوگا اور تمہیں اس کے مفید اخراجات کا علم ہوگا لیکن صرف یہیں بات ختم نہیں ہوگی اِنۡ تُقۡرِضُوا اللّٰہَ قَرۡضًا حَسَنًا یُّضٰعِفۡهُ لَكُمۡ اگر تم اللہ کو قرضہ حسنہ دو گے تو وہ تمہارے لئے اس کو بڑھائے گا اور اس کے علاوہ وَیَغۡفِرۡ لَكُمۡ وہ بخشش بھی ساتھ ہی فرمادے گا۔ اب گناہوں سے بچنے کے لئے بخشش ضروری ہے۔ اگر پہلے گناہوں کی بخشش نہ ہو تو آئندہ گناہوں سے بچنے کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ پس قرآن کریم جس مضمون کو آگے بڑھاتا ہے ایسے لطیف انداز میں آگے بڑھاتا ہے کہ دل و دماغ روشن ہوتے چلے جاتے ہیں۔

''اللہ کو قرضہ دو'' اس کا پہلے بھی ایک مفہوم بیان کر چکا ہوں وہ ایسا اہم ہے کہ اسے پھر بیان کرنا ضروری ہے تا وقتاً فوقتاً جماعت کو یاددہانی ہوتی رہے۔ قرضہ حسنہ جب انسان دیتا ہے اگر اس کے مقابل پر زیادہ کی توقع نہ ہو تو پھر قرضہ حسنہ بنتا ہے۔ جس کو بھی آپ قرضہ حسنہ دیتے ہیں وہ قرضہ حسنہ کہلا ہی نہیں سکتا اگر اس قرضے کے مقابل پر زیادہ کی توقع رکھی جائے۔ جہاں زیادہ کی توقع ہوئی وہاں قرضہ حسنہ ختم ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ ہم جو کچھ تمہیں دیں گے اپنی طرف سے دیں گے لیکن شرط یہ ہے کہ تمہارے نفس میں حرص نہ ہو کہ یہ دینے سے مجھے کچھ زیادہ ملے گا۔ اگر اس غرض سے دو کہ خدا کے حضور ایک تحفہ پیش کر رہے ہو ایسا قرضہ حسنہ جیسے انسان اپنے عزیزوں کو دیتا ہے اور اس میں ڈھیل دیتا چلا جاتا ہے کہ جب توفیق ہوگی جتنی توفیق ہوگی واپس کر دینا لیکن قربانی ہوتی ہے حرص نہیں ہوتی۔ جب بھی کوئی انسان کسی کو روپیہ دے تو لازم ہے کہ وہ جانتا ہے کہ میرے روپے کی قیمت گھٹنی شروع ہوگئی ہے وقت کے ساتھ ساتھ وہ کم ہوتا چلا جائے گا۔ جانتا ہے کہ اگر میں اسے کسی اور مصرف پہ لگاتا، تجارت میں استعمال کرتا تو اس روپے نے بڑھ جانا تھا تو قرضہ حسنہ دینے والا ہمیشہ ایک قربانی کی روح کے ساتھ قرضہ حسنہ دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ تمہیں اسی نیت سے دینا چاہئے کیونکہ خدا کو قرضہ حسنہ کے سوا اور دے کیا سکتے ہو۔ جس نے تمہیں سب کچھ خود دیا ہے۔

وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (البقرۃ:4) اسی سے خرچ کرتے ہیں جو ہم انہیں عطا کرتے ہیں۔ تو اب اس پر جو قرض دیا جائے، جو پیش کیا جائے اس پر شرط نہیں لگ سکتی۔ جان بھی دے دو تو اسی کی دی ہوئی ہے۔ پس قرضہ حسنہ کے سوا کچھ ہو نہیں سکتا۔ جتنا اس نے دیا اس میں سے کچھ مانگا اگر وہ تم دے دو تو اس کے لطف و احسان کے متمنی تو ہو سکتے ہو لیکن شرط کوئی نہیں لگ سکتی۔ جو دیا محض حق کے طور پر دیا، حق ادا کرنے کی کوشش کے طور پر دیا۔ روپیہ جو آپ کی طرف سے خدا کی سمت میں روانہ ہوتا ہے، اس کی روانگی کا انداز بیان فرمایا گیا ہے، آپ کی طرف سے روپیہ خدا کی سمت اس طرح روانہ ہو کہ کوئی اس میں شرط نہ ہو، صرف ایک تمنا ہو کہ جس نے اتنا دیا ہے اسی کو کچھ ہم پیش کر دیں اور وہ قبول فرمالے۔ یہ قرضہ حسنہ ہے۔

اور حضرت مصلح موعودؓ نے ''حسن'' لفظ سے ایک اور معنی بھی لئے ہیں۔ حسن اچھی چیز کو کہتے ہیں۔ فرمایا اپنے مال میں سے اچھا حصہ ہے وہ کاٹ کے دو۔ یہ معنی بھی بہت خوب ہیں کیونکہ قرآن کریم دوسری جگہ خدا کے حضور پیش کرنے والے روپے کے متعلق واضح طور پر فرما رہا ہے کہ وہ بہترین ہونا چاہئے، جب تک تمہارے مال کا بہترین حصہ نہ ہو وہ قبول نہیں کر سکتا۔ پس جب بھی تم قرضہ حسنہ خدا کے حضور پیش کرو حسنہ تب بنے گا جیسا کہ حضرت مصلح موعودؓ نے تفسیر صغیر میں لکھا ہے جب تمہارے مال کا وہ بہترین حصہ ہوگا۔ اس صورت میں محض روپیہ پیش نظر نہیں رہنا چاہئے کہ روپیہ تو ہر انسان کا بہترین حصہ ہی ہوتا ہے، اس کے مال کی ایسی شکل ہے جسے جب چاہیں جس طرح چاہیں بدل لیں۔ تو قرضہ حسنہ کے اندر اور بھی بہت سی باتیں داخل ہو جائیں گی یعنی محض خدا کی خاطر چند روپے پیش کرنا پیش نظر نہ رہے بلکہ خدا تعالیٰ نے جو کچھ تمہیں دیا ہے اس میں سے بہترین حصہ اس کے حضور پیش کر دو۔ یہ قرضہ حسنہ کی وسیع تعریف بن جاتی ہے۔ مراد یہ ہے کہ اس دماغ کے بہترین استعمال کو خدا کی خاطر رکھو۔ اب یہ چھوٹی سی بات ہے لیکن اگر اس کو اپنی زندگی پر آپ پھیلا کر دیکھیں تو بہت وسیع ہو جائے گی۔ انسان اکثر اپنے دماغ کے بہترین حصے کو اپنے کاموں کے لئے بچا کر رکھتا ہے اور تھکے ہوئے ذہن کے کچھ حصے کو خدا کی خاطر دین کے کاموں میں پیش کر دیا کرتا ہے یہ قرضہ حسنہ نہیں ہے۔ قرضہ حسنہ یہ ہے کہ دماغ کی اعلیٰ صلاحیتوں کو جو کچھ بھی تم ان سے حاصل کر سکتے ہو پہلے خدا کے دین کے حضور پیش کر دو اور پھر جو تمہاری صلاحیتیں ہیں اللہ ان کو جلاء بخشے گا۔ جو بچی

ہوئی صلاحیتیں ہیں ان میں خدا تعالیٰ اضافہ فرمائے گا، ان کو مزید تقویت عطا فرمائے گا۔ اسی طرح بعض لوگ کپڑے پیش کرتے ہیں خدا کی خاطر، پھٹے پرانے بوسیدہ کپڑے وہ اپنی طرف سے خدا کی خاطر پیش کر رہے ہوتے ہیں لیکن وہ خدا کی خاطر نہیں ہوتے۔ اگر کوئی آپ کو کچھ کپڑے دے اور کہے مجھے واپس کر دو تو یہ ہو نہیں سکتا کہ آپ ان میں سے گندے چن کے واپس کریں۔ اس لئے نام خدا کا ہے دیتے اس بے چارے کو ہیں جس کو آپ سمجھتے ہیں کہ اس کی حیثیت مجھ سے کم ہے اس کو جھوٹے گندے بدبودار کپڑے بھی دے دیئے جائیں تو وہ خوش ہو کے قبول کر لے گا اس کے پاس چارہ کوئی نہیں۔ مگر اللہ کو تو ان کپڑوں کی ضرورت نہیں ہوتی۔ تو قرضہ حسنہ میں وہ کپڑے شامل ہوں گے جو آپ کو اچھے دکھائی دیں اور اچھے چن چن کے خدا کے حضور پیش کریں تو یہ قرضہ حسنہ ہے۔ گندے کپڑوں کی نہ غریب کو حاجت ہے نہ اللہ کو حاجت ہے مگر اچھا کپڑا نکالتے وقت جو آپ کے دل میں بشاشت پیدا ہوگی وہی اس کا اجر ہے اور ایسی عظیم چیز ہے کہ وہ دل کا شرح صدر، اس کا لطف کہ میں نے ایک بہت اچھی چیز خدا کو دی ہے یہ لطف اپنی ذات میں ایک جزاء ہے اور غریب بیچ میں سے غائب ہو جائے۔ یہ لطف تبھی ہوگا اگر خدا کو دیں گے۔ خدا کی خاطر غریب کو دیں گے یا خدا کو دیں گے ایک ہی بات ہے۔ تو جب خدا کی خاطر آپ دیں گے تو ''حسنہ'' پیش کریں گے اور جب خدا کے حضور حسنہ پیش کریں گے تو جو لطف آئے گا اپنے محبوب کو بہترین چیز دینے کا وہ غریب کو پھٹے پرانے کپڑے دینے کا لطف ہو ہی نہیں سکتا، ناممکن ہے۔ پس جزاء ہے تو اس حسنہ کی جزاء ہے۔ حسنہ کے بغیر کوئی جزاء نہیں۔ غرضیکہ اس مضمون کو اپنی ذات پر پھیلا کر دیکھیں تو قرضہ حسنہ جو خدا کے حضور پیش کیا جاتا ہے انہیں طاقتوں سے پیش کیا جاتا ہے جو آپ کو نصیب ہوئی ہیں۔ ان طاقتوں کا بہترین حصہ اللہ کے لئے چن لیں اور اس طرح دیں جیسے تحفے دیئے جاتے ہیں۔ جب یہ کریں گے تو پھر اس کا بڑھانا اللہ کی مرضی پر ہے۔ بڑھانا آپ کی شرط نہیں تھی۔ جب بڑھانا شرط ہوئی وہاں قرضہ حسنہ ختم ہو گیا۔ اس طرح دل کو پاک صاف کرنے کی ضرورت ہے، اتنی باریکی سے اپنی قربانیوں کو ٹھکانے لگانے کی ضرورت ہے کہ وہ قربانیاں واقعی خدا تک راہ پا جائیں اور عین ٹھکانے پر بیٹھیں۔ یہ لطیف تجزیئے اگر آپ اپنے نفوس کے نہ کریں گے تو بسا اوقات آپ کی قربانیاں ضائع ہو رہی ہوں گی اور آپ کو پتا نہیں چل رہا ہوگا۔

پس اپنے مال کا سب سے بہترین مصرف یہ ہے کہ اسے بظاہر بے مصرف خرچ کریں۔ بظاہران معنوں میں کہ دنیا تو آپ کو پاگل سمجھے گی کہ خدا کو دے رہے ہو نہ لینے کی توقع، نہ زیادہ لینے کی حرص اور اپنا بہترین اس کی راہ میں خرچ کرتے چلے جا رہے ہو۔ دنیا آپ کو اس مصرف میں پاگل سمجھے گی اور پاگل سمجھتی ہے۔ ہمیشہ ایسے لوگوں کو پاگل ہونے کے طعنے دئے جاتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کے حضور جب اپنی قربانیوں کو پیش کرتے ہیں تو پھر ان اموال کو بڑھانے کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے جو اجتماعی صورت میں بھی رونما ہوتا ہے اور انفرادی صورت میں بھی رونما ہوتا ہے۔ اب اس کا تذکرہ کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ ایک چیز کا تذکرہ کرتا ہے جو اور کسی ذریعے سے انسان کو حاصل نہیں ہو سکتی، مغفرت کا تذکرہ۔

مغفرت ایک ایسی لالچ ہے جو رکھی جا سکتی ہے۔ مغفرت کی توقع رکھنا نامناسب اور ناجائز نہیں۔ تو خدا تعالیٰ نے ہمت دلانے کی خاطر کہ اپنا مال خرچ کرو کم سے کم کسی چیز کی خاطر خرچ کرو۔ اس کے بغیر انسان کو بہت اعلیٰ تقویٰ کے مقام پر قائم ہونا پڑتا ہے۔ اگر تقویٰ کے بہت اونچے مقام پر قائم نہ ہو تو جو باتیں میں آپ کے سامنے عرض کر رہا ہوں کہ بالکل بے وجہ، بے ضرورت، تحفہ کے طور پر، قربانی کے رنگ میں خدا کی خاطر خرچ کرو، اس کی توفیق بہت کم لوگوں کو ملتی ہے۔ ہمیشہ جب وہ اپنے روپے سے علیحدہ ہوتے ہیں یا اپنے آرام سے علیحدہ ہوتے ہیں، اپنی مرغوب چیزوں سے علیحدہ ہوتے ہیں تو طبعی بات ہے کہ جو تقویٰ کے نسبتاً ادنیٰ مقام پر فائز ہیں وہ کچھ نہ کچھ اجر تو فوری طور پر چاہتے ہیں اور اگر کہیں نہیں تو یہ جھوٹ ہوتا ہے اپنے نفس کو دھوکہ دینے والی بات ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی وجہ بیان فرما دی جس نے اس راہ کو سب کے لئے آسان فرما دیا۔ **فرمایا مغفرت کی توقع بھی ضرور رکھنا۔ تمہارا خدا کی راہ میں خرچ کرنا تمہارے لئے مغفرت کا موجب بنے گا اور مغفرت ترقی کا پہلا قدم ہے۔** مگر مغفرت عطا ہو جائے تو دنیا میں جتنے بھی آپ نے گناہ کئے، کوتاہیاں کیں، غفلتیں سرزد ہوئیں ان سب کے اوپر خدا کی مغفرت کی چادر پڑ جائے گی، اسے ڈھانپ لے گی۔ پس یہ اتنا عظیم اجر ہے جو قرضہ حسنہ کو قرضہ حسنہ بھی رکھتا ہے اور سودا بھی بنا دیتا ہے۔ مغفرت کا اجر بھی نصیب ہو گیا اور مغفرت کی خواہش کے ساتھ قرض دینا یہ قرضہ حسنہ کو کسی رنگ میں میلا نہیں کرتا، اس کو قرضہ حسنہ کی تعریف سے باہر نہیں نکالتا۔ قرضہ حسنہ پیش کریں اور مغفرت کی توقع رکھیں۔

وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ اللہ شکور اور حلیم ہے۔ جب مغفرت شروع کرتا ہے تو اس کے بعد جتنے بھی انعامات کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے وہ اس کے شکور ہونے اور حلیم ہونے سے تعلق رکھتے ہیں۔ تم نے تو ظاہری انعامات کی خاطر قربانی نہیں دی خدا کو خوش کرنے کی خاطر قربانی دی اس کی خوشی کا پہلا پھل تمہیں مغفرت کے طور پر نصیب ہوا لیکن یہ آخری پھل نہیں ہے۔ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ اللہ تعالیٰ بہت ہی شکریہ ادا کرنے والا ہے اور بہت حلیم ہے۔ شکریہ کا تو مضمون سمجھ آ گیا کہ قرضہ حسنہ کو قبول کیا اور اس کے پھل دئے لیکن شکریہ کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ انسان کو جو توفیق ملی ہے قرضہ حسنہ دینے کی یہ اللہ تعالیٰ کے شکور ہونے کا اظہار ہے کیونکہ جو کچھ اس نے قبول کیا ہے وہ شکور ہونے کی وجہ سے قبول کرتا ہے ورنہ ہو سکتا ہے کہ اس کی پیشکش میں بہت سے سقم رہ گئے ہوں۔

اب اپنے اوپر آپ اس مضمون کو اطلاق کر کے دیکھ لیجئے۔ وہ غریب آدمی جو آپ کی خدمت میں تحفہ پیش کرتا ہے تو آپ شکور ہوں گے تو اس کو خوشی سے قبول کریں گے۔ شکور نہیں ہوں گے تو خوشی سے قبول نہیں کریں گے۔ چھوٹی چیز کو چھوٹا دیکھیں گے۔ حقیر سی چیز ہے وہ لے کے ایک طرف پھینک دیں گے کہ پاگل نے کیا چیز دی ہے ہمیں بھی کوئی اس کی ضرورت ہو سکتی تھی۔ یہ سوچ غلط ہے۔ اب ہم سیر سے واپس آئے ہیں ہماری اردو کلاس کے بچوں نے ان میزبانوں کو جو ان کے اوپر بے شمار خرچ کر چکے تھے اپنی توفیق کے مطابق چھوٹے چھوٹے تحفے دئے ہیں اور قبول کرتے وقت ان کی آنکھوں میں اتنا شکریہ تھا بار بار وہ ان کا شکریہ ادا کر رہے تھے کہ دیکھنے والا حیران ہو جاتا ہے کہ شکریہ کس بات کا۔ تم تو ان پر سینکڑوں پاؤنڈ خرچ کر چکے ہو اور دو چار پاؤنڈ کی چیز لے کر تم شکریہ ادا کر رہے ہو۔ یہ مضمون انسانی تعلقات میں بھی کھل جاتا ہے۔ وہ واقعۃً مشکور تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ ان بچوں نے اپنی توفیق کے مطابق اپنے تھوڑے پیسوں میں سے کچھ نہ کچھ ڈالا۔ ان کو خیال آیا کہ ہماری مہمان نوازی کا شکریہ ادا کریں اور اس خیال نے ان کے شکریہ کی قیمت بڑھا دی۔ اب وہ جو اس شکریہ کو قبول کر رہا ہے وہ شکور ہے ورنہ ایک طرف پھینک سکتا تھا کہ پاگلو تم پر تو میں بہت زیادہ خرچ کر چکا ہوں مجھے کیا تحفہ دے رہے ہو لیکن شکور ہونے کی حیثیت سے اس نے اس ٹیم کی بہت عزت افزائی کی، سر آنکھوں پہ لگایا کہ اتنا زیادہ آپ نے تکلف کیا، اتنا زیادہ خیال رکھا اس کو تو ہم خاص جگہ سجائیں گے ہمیشہ یہ آپ کی یاد دلائے گا۔ یہ انسان کا شکور ہونا ہے۔ اب بتائیں کہ خدا جب شکور ہو گا

تو کیا کرے گا۔ اس کی تو حدوں کا اندازہ بھی نہیں ہوسکتا۔ سب سے پہلے ہمارے غریبانہ تحفے کو قبول کرنا اس کے شکور ہونے کی علامت ہے۔ اگر وہ شکور نہ ہوتا تو ایک کوڑی کی بھی پرواہ نہیں تھی اور اسی لئے تمام قربانیاں قبول کی جاتی ہیں کہ اللہ شکور ہے جب قبول کر لیتا ہے تو شکور کے دوسرے معنوں کا آغاز ہوتا ہے پھر وہ اس کی جزاء دینا شروع کر دیتا ہے۔ جو توفیق اس نے عطا فرمائی تھی اس کی جزاء کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور حلیم اس میں ایک نئے معنے پیدا کر رہا ہے۔ مغفرت جو ہو چکی اس کا تعلق تو غفور رحیم سے تھا یہ شکور کے بعد حلیم کا کیا ذکر ہے۔ اس پر اگر غور کریں تو آپ حیران رہ جائیں گے کہ کتنا عظیم مضمون بیان ہوا ہے اور کتنا مربوط مضمون ہے جو اس پہلے حصے سے ایک گہرا تعلق رکھتا ہے۔ حلیم سے مراد یہ ہے کہ آئندہ بھی تم سے غفلتیں ہوا کریں گی اور یہ اللہ کا حلم ہے جو ان کو برداشت کرے گا۔ پہلی مغفرت تو ہو گئی لیکن آئندہ بھی تو گناہ سرزد ہونے ہیں۔ تم نہ بھی چاہو تو پھر بھی ہو جائیں گے۔ تو تمہاری مالی قربانی کی جزاء اتنی بڑی مل رہی ہے کہ وہ شکور اس کو بہت طرح بڑھا بڑھا کے تمہیں واپس کر رہا ہے اور مغفرت کا جو سلوک فرمایا تھا اس کو جاری رکھنے کا وعدہ کرتا ہے یعنی ایسی مغفرت نہیں جو ہوئی اور ختم ہو گئی بلکہ وہ لامتناہی مغفرت ہے جو حلیم کے سوا کسی اور سے ادا ہو ہی نہیں سکتی۔ حلیم ہوگا تو جاری مغفرت کا وعدہ کرے گا۔ حلیم نہیں ہوگا تو جاری مغفرت کا وعدہ نہیں کر سکتا۔

عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ وہ غیب کا علم رکھنے والا ہے اور شہادت کو بھی جانتا ہے۔ اس کے حضور جو تم پیش کرو گے اس سے کوئی دھوکہ نہیں ہوسکتا۔ تمہاری باریک باریک نیتوں کے فرقوں کو بھی وہ جانتا ہے۔ ان ارادوں سے بھی باخبر ہے جن ارادوں کے ساتھ تم کچھ قربانی پیش کرتے ہو۔ بسا اوقات یہ ارادے دنیا کو دکھانے کے ہوا کرتے ہیں۔ بڑی بڑی قربانیاں بعض لوگ پیش کرتے ہیں اس وقت جب وہ قربانیاں دکھائی دے رہی ہوں۔ جب وہ دکھائی نہ دیں تو قربانیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ تو عٰلِمُ الْغَيْبِ سے یہ مراد ہے کہ تم خدا سے تو کچھ چھپا نہیں سکو گے۔ یہ سارے مضامین جو پہلے بیان ہو چکے ہیں ان مضامین پر گہری نظر رکھ کر بعینہٖ ان کے مطابق جزاء دینا یہ عالم الغیب کا کام ہوسکتا ہے ورنہ اپنے منہ سے تو انسان اپنی باتوں کی تعریف کیا ہی کرتا ہے۔ بڑے چرب زبان بڑی بڑی باتیں بنا کر تحفے پیش کر رہے ہوتے ہیں اور اردگرد بھی دیکھ رہے ہوتے ہیں کون دیکھ رہا ہے اور کون سن رہا ہے لیکن اللہ کے حضور جو تحفے پیش کریں گے وہ علیحدگی میں کئے

جائیں یا دنیا کے سامنے پیش کئے جائیں، اگر یہ شرطیں موجود ہیں جو بیان کی گئی ہیں تو وہ عالم الغیب ہے اس کو پتا چل جائے گا تمہیں کسی تردد کی کوئی ضرورت نہیں لیکن یہ بھی یاد رکھنا کہ اگر مخفی نیتیں کچھ اور ہوں گی اور قرضہ حسنہ کے تقاضوں کے خلاف ہوں گی تو یہ سارا قرضہ حسنہ رد کر دیا جائے گا اسے قبول نہیں کیا جائے گا۔ وَالشَّهَادَةِ اور شہادت پر بھی اس کی نظر ہے۔ غیب کی نیتیں اگر انسان کی بہت اونچی اور بلند مرتبہ نیتیں بھی ہوں جب تک وہ شہادت میں نہیں اچھلیں گی ان کی صداقت کا کوئی ثبوت نہیں ہوتا۔ کئی دفعہ انسان دل میں ارادے باندھتا ہے کہ اللہ میاں میں یہ کروں اور وہ کروں گا مجھے یہ عطا کر تو یہ ایسا ہوگا لیکن جب شہادت کا وقت آتا ہے تو یہ لوگ پیچھے بھی ہٹ جاتے ہیں۔ وہ کچھ وعدے کیا کرتے ہیں غیب میں ان کو پورا نہیں کرتے تو انفاق فی سبیل اللہ کے ساتھ ان باتوں کا گہرا تعلق ہے۔ کئی دفعہ انسان یہ کہتا ہے اچھا یہ ہوگا تو میں یہ دوں گا اور اس پر لوگوں نے لطیفے بھی بنا رکھے ہیں کہ کسی شخص نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا کہ اگر تو میرا کام بنا دے تو میں اتنی بکریاں تجھے دوں گا۔ پھر وہ کام بن گیا تھوڑا سا تو اس نے کہا کہ بکریاں تو نے کیا کرنی ہیں میں ایک دن کا دودھ دے دوں گا۔ پھر وہ اور آگے بڑھا اس کا کام ہو گیا تو اس نے کہا تو تو دودھ پیتا نہیں لوگوں نے ہی پینا ہے نا تو وعدہ ہی میرا غلط تھا۔ جو ہو گیا بس کافی ہے مجھے میری نیک نیتی کی جزاء دے یہ میرا دل چاہتا تھا۔ تو یہ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ کا مضمون بھی بیان ہو جاتا ہے۔ جب نیت اچھل کر ایک عمل میں تبدیل ہوتی ہے، جب نیک ارادے خوبصورت تحفوں میں بدلتے ہیں اس وقت وہ اپنی ذات کی اور اپنے ارادوں کی صداقت کی شہادت دیتے ہیں اور اس وقت **عالم الشهادة** ہے جو اس گواہی کو بھی قبول کرتا ہے اور شہادت یعنی ظاہر میں پوری ہونے والی چیز کو بھی دیکھتا ہے اور اسے قبول فرماتا ہے، خالی نیتوں پر بات نہیں کی جائے گی۔ پس وہ لوگ جو یہ نیتیں رکھتے ہیں کہ خدا ہمیں دے تو ہم یہ کام کریں گے ان میں سے بہت سے ایسے ہیں جن کو میں نے دیکھا ہے جب خدا دیتا ہے تو پھر وہ کرتے نہیں، وہ بھول جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے شہادۃ کے لفظ کے اندر یہ مضمون بھی بیان فرما دیا کہ نیتیں ہوں گی مگر جب ظاہر ہوں گی پھر میں دیکھوں گا اور پھر تم بھی دیکھو گے کہ واقعی تم سچے تھے۔

الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ وہ بہت غالب اور عزت والا، طاقتور ہے اور حکیم ہے، ہر بات کی حکمت کو جانتا ہے۔ پس یہ سارے وعدے جو انفاق فی سبیل اللہ سے وابستہ ہیں یہ سارے مضامین جو

ان چند آیات میں بیان ہو گئے ہیں یہ عزیز و حکیم کی باتیں ہیں اور اگر تم اسی طرح ان کو سرانجام دو گے جس طرح کہ خدا تعالیٰ نے ہم پر کھول دیا ہے تو یاد رکھو کہ خدا کے عزیز ہونے سے عزت پاؤ گے اور اس کے حکیم ہونے سے تمہاری حکمت بڑھے گی اور تم اُولُوا الْاَلْبَابِ (البقرۃ:270) میں لکھے جاؤ گے۔ جو بھی خدا کی خاطر خرچ کرنے والے ہیں ان کی آخری منزل یہی ہے۔ میں نے کوئی ایسا نہیں دیکھا جو ان شرائط کو پورا کرتا ہوا خدا کے حضور خرچ کرے اور اسے خدا عزت عطا نہ فرمائے اور اس کی حکمت کو نہ بڑھائے۔ ایسے لوگ بالآخر واقعۃً اُولُوا الْاَلْبَابِ میں شامل ہو جاتے ہیں۔ باقی دنیا والے ان کے مقابل پر بے وقوف اور بے معنی دکھائی دینے لگتے ہیں۔

اس سلسلے میں آنحضرت ﷺ نے جو کچھ بیان فرمایا میں وقت کی رعایت کے مطابق ان میں سے کچھ آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے بیان فرمایا اور یہ بخاری کتاب الزکوٰۃ سے روایت ہے۔ حضرت عدی بن حاتمؓ بیان کرتے ہیں، فرمایا صدقہ دے کر آگ سے بچو خواہ آدھی کھجور خرچ کرنے کی استطاعت ہو۔ (بخاری کتاب الزکوٰۃ باب اتقوا النار ولو بشق تمرۃ) ''صدقہ دے کر آگ سے بچو'' یہ وہ مغفرت والا مضمون ہے۔ اللہ تعالیٰ جو مغفرت فرماتا ہے اگر صدقہ سچا ہو آدھی کھجور بھی ہو تو وہ تمہیں آگ سے بچالے گا۔ پس آنحضرت ﷺ کی نگاہ لازماً ہمیشہ قرآن کریم پر ہوتی ہے کوئی بھی حدیث ایسی نہیں جس کا مصدر قرآن کریم نہ ہو۔

ایک روایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بیان ہوئی ہے رسالہ قشیریہ سے لی گئی ہے، غالباً زیادہ وقت نہیں تھا آج پرائیویٹ سیکرٹری کے پاس، میں نے ان کو کہا تھا کہ اس مضمون کی حدیثیں لیں تو وہ اس وقت جتنی بھی میسر آسکیں دس پندرہ منٹ کے اندر انہوں نے اکٹھی کی ہیں اس لئے اگر حوالوں میں کوئی کمی رہ گئی ہے تو احباب درگزر فرمائیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''سخی اللہ کے قریب ہوتا ہے۔ لوگوں سے قریب ہوتا ہے اور جنت سے قریب ہوتا ہے''۔ (رسالہ قشیریہ باب الجود والسخاء صفحہ:122) سخی آدمی سے مراد یہاں وہ سخی ہے جو وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ کی تعریف کے اندر داخل ہے۔ ہر سخی خدا کے قریب نہیں ہوتا۔ لوگوں کے قریب ہو جاتا ہے اور بسا اوقات ہر سخی لوگوں کے پاس بھی نہیں ہوتا جتنا اس نے دینا ہے لوگ اٹھا لیتے ہیں اور بعد میں اسے گالیاں دیتے چلے جاتے ہیں کہ اتنا کچھ بچا کے رکھا ہوا

ہے، دیا کیا ہے آگے سے، کچھ بھی نہیں۔

تو یہ جو حدیث ہے رسول اللہ ﷺ کی یہ بول رہی ہے کہ آنحضرت ﷺ کا کلام ہے۔اسی لئے میں آپ کو سمجھایا کرتا ہوں کہ روایات پر اتنا انحصار نہ کیا کریں محمد رسول اللہ ﷺ کا کلام خود بولتا ہے، بلا شبہ پہچانا جاتا ہے کہ یہ محمد مصطفی ﷺ کا کلام ہے۔فرمایا سخی یعنی وہ سخی جس کو قرآن کریم نے سخی بیان فرمایا ہے اللہ کے قریب ہوتا ہے،لوگوں کے قریب ہوتا ہے اور جنت کے قریب ہوتا ہے۔اب جو سخی بھی اللہ کے قریب نہ ہو وہ سخی نہیں ہے۔یہ تعریف منفی صورت میں اس طرح پوری ہوتی ہے۔جو سخی بیک وقت اللہ کے قریب نہ ہو اور جنت کے قریب نہ ہو اور لوگوں کے قریب نہ ہو وہ سخی نہیں ہے۔یہ تینوں لازمی شرطیں ہیں کسی کے خدا کی نظر میں سخی ہونے کے لئے کیونکہ جو خدا کی محبت میں لوگوں پر اس طرح خرچ کرتا ہے کہ ایک ذرہ بھی ان کا شکریہ برداشت نہیں کرتا،چھپ کے دیتا ہے۔ظاہر کبھی دے تو اس انداز میں دیتا ہے کہ ان کی عزت افزائی کرتا ہے۔ان سے کہتا ہے کہ آپ قبول کرلیں تو ہم پر احسان ہے یہ سخی ہے جو بندوں کے قریب ہوا کرتا ہے۔اس کے سوا کوئی سخی بندوں کے قریب نہیں ہوسکتا۔تو دیکھیں خدا تعالیٰ نے ہم پر کتنا احسان فرمایا کہ اس کے کلام کی تشریح محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمائی اور ایسی پر حکمت ،اتنی گہری تشریح ہے کہ ذہن کے آخری کنارے تک سیراب کرتی چلی جارہی ہے۔

فرمایا اس کے برعکس،بخیل اللہ تعالیٰ سے دور ہوتا ہے،لوگوں سے بھی دور ہوتا ہے اور جنت سے بھی دور ہوتا ہے۔(رسالہ قشیریہ باب الجود والسخاء صفحہ:122)اس تعریف کے بعد اب کون چاہے گا کہ اس کا خرچ آنحضرت ﷺ کی اس تعریف کے مطابق اسے اللہ کے قریب،لوگوں کے قریب اور جنت کے قریب کرنے والا نہ ہو۔لازماً ہر ایک اپنے خرچ پر نظر رکھے گا اور یہی چاہے گا کہ اس کا بہترین اجر حاصل کرے۔فرمایا **'ان پڑھ سخی بخیل عابد سے اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے'** ان پڑھ سخی یعنی ان معنوں میں سخی ایک بخیل عابد سے خدا کو زیادہ قریب ہے۔بظاہر عبادت انسانی زندگی کا مقصد ہے،انسان کو عبادت کی خاطر پیدا فرمایا گیا لیکن اس میں عبادت کی تعریف بھی داخل ہوگئی۔

فرمایا''ان پڑھ سخی بخیل عابد سے اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے'' بہت ہی پر لطف بات ہے ''ان پڑھ سخی'' ان پڑھ کیوں کہا حالانکہ اس کے مقابل پر بخیل عابد رکھا ہوا ہے۔یہ دونوں باتیں اگر بہت گہرائی میں اتر کر دیکھیں تو آپ حیران رہ جائیں گے کہ ان کا برعکس آنحضرت ﷺ پر صادر

ہوتا ہے۔ آپ دنیا کے لحاظ سے ان پڑھ تھے لیکن خدا کی نظر میں سخی تھے اور یہ وجہ ہے کہ آپ کی عبادت خدا کے ہاں محبوب اور مقبول ہوئی ہے۔ ہر وہ شخص جو اس تعریف کے بغیر خدا کے حضور عبادت میں حاضر ہوتا ہے اس کی عبادت قبول نہیں کی جاتی۔ اگر سچا عبد بننا ہے تو آنحضرت ﷺ کی پیروی کریں اور آپؐ کے مطابق اگر دنیاوی تعلیم کا ایک لفظ بھی نہ آپ نے حاصل کیا ہو تو محمد رسول اللہ ﷺ کی طرح آپ پر کوئی ترقی بھی بند نہیں کی جائے گی۔ ظاہری علم کا نہ ہونا خدا کے حضور سخی ہونے کی راہ میں مانع نہیں ہے۔ پس ظاہری علم کی پرواہ نہ کریں جو کچھ خدا کے حضور پیش کرنا ہے بہت محبت اور دیانت داری سے جو کچھ حاصل ہے وہ سب کچھ پیش کر دیں۔

میں اس مضمون کو دیکھتا ہوں تو میرے نزدیک یہ مضمون بہت ہی زیادہ گہرا ہو جاتا ہے۔ اگر بظاہر یہ بے جوڑ لفظ دکھائی نہ دیتے تو میری نظر اٹکتی بھی نہ۔ بظاہر بے جوڑ باتیں ہیں لیکن ان بے جوڑ لفظوں کے اندر ہی وہ گہرائی موجود ہے جو اور کہیں موجود نہیں۔ آنحضرت ﷺ کو دو وجوہات سے سب دنیا پر فضیلت دی گئی ہے۔ اَن پڑھ ہونے کے باوجود خدا کے حضور اپنا سب کچھ پیش کر دیا اور بخل نہیں کیا پیش کرنے میں۔ جو اموال تھے، جو جان تھی، جو دماغ تھا، جو دل تھا، جو بھی استطاعت تھی سب کچھ خدا کے حضور پیش کر دیا اس کے نتیجے میں آپ عبد کہلائے وہ عابد بنے جس کو خدا تعالیٰ عابد قرار دیتا ہے اور یہ عبد بنا کر آپ کو وہ علم عطا کیا جو سب دنیا کا معلم بنا دیا۔ اَن پڑھ سے آغاز ہوا ہے اور عبادت کی راہ سے کیا کچھ حاصل کر گئے۔ خدا کے حضور عبد کہلائے، اور خدا کے حضور علم میں اتنی ترقی کی کہ دنیا کے علوم نہ پڑھنے کے باوجود خدا نے بے انتہا دیا۔

اس مضمون کا تعلق سخی سے ہے اگر بندہ اتنا سخی ہو جیسے محمد رسول اللہ ﷺ سخی تھے کہ جو کچھ ملتا رہا وہ خدا کے حضور ہی پیش کرتے رہے تو اللہ اس سے بڑھ کر سخی کیوں نہ ہوگا۔ تو اللہ کی سخاوت ہے جو اس کے شکور ہونے کا تقاضا ہے اور وہ سخاوت بے انتہا ہے۔ پس آنحضرت ﷺ کو جو لامتناہی مقامات نصیب ہو گئے ہیں وہ اسی حکمت کی وجہ سے تھے کہ آپ نے اپنا سب کچھ ہوتے ہوئے بھی اس کو کچھ بھی نہ سمجھا۔ پھر بھی جو تھا پیش کر دیا اللہ نے اس کو اتنی وقعت عطا فرمائی، اتنی عظمت بخشی کہ ایسے شخص سے خدا نے ایک عجیب سلوک فرمایا جو اس کا تھا وہ سب اس کو دے دیا۔ جب آنحضرت ﷺ نے اپنا سب کچھ پیش کر دیا تو اس سے بڑے سخی کا تقاضا کیا تھا کہ وہ اپنا سب کچھ پیش کر دے۔ پس دنیا و مافیہا

میں آپ کو مقصود بنادیا ساری کائنات کا مقصود بنادیا۔ **لو لاکَ لما خَلقت ُالافلاک** (حوالہ:۔۔)
کتنا عظیم مضمون ہے جو خدا کی راہ میں سچی سخاوت اختیار کرنے سے اور سچا عجز اختیار کرنے سے انسان کو نصیب ہوتا ہے۔

اب اس سے زیادہ وقت نہیں ہے۔ پس اسی لئے اس حدیث پر اکتفا کرتے ہوئے میں تحریک جدید کے نئے سال کا اعلان کرتا ہوں اور اس دفعہ میں نے عمداً آپ کے سامنے پیش کرنے کے لئے بہت تھوڑے کوائف چنے ہیں کیونکہ پہلے ہم کوائف میں غرق ہو جایا کرتے تھے اور اکثر سننے والوں کو کچھ بھی پتا نہیں چلتا تھا کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔ پچھلے سال میں اتنا ہوا، اس سال میں اتنا ہوا، فلاں جماعتیں آگے، فلاں جماعتیں پیچھے کچھ تو ذکر کرنا پڑے گا مگر اس دفعہ میں نے کوشش کی ہے کہ وعدے وصولیوں کے فرق سب مٹا کر جو مرکزی نقطے ہیں وہ آپ کے سامنے رکھ دوں۔ امید ہے کہ انشاءاللہ سب کو سمجھ آجائے گی۔

اس تمہید کے ساتھ میں تحریک جدید کے دفتر اوّل سال تریسٹھ (63)، یہ تحریک جدید میں دفاتر ہیں یعنی الگ الگ قربانی کرنے والوں کی نوعیت ایک دوسرے سے جدا کر کے ایک نوعیت کے لوگوں کے الگ رجسٹر ہیں، دوسری نوعیت کے لوگوں کے بعد کے رجسٹر ہیں۔ تو آغاز سے جنہوں نے قربانیاں کیں، جن کے قربانیوں کے سلسلے ابھی جاری ہیں، ان کو دفتر اول کہا جاتا ہے۔ اللہ کے فضل سے میری والدہ نے بھی مجھے اس میں شامل کر کے یہ اعزاز بخشا اور بہت سے کثرت سے ایسے ہیں جن کے ماں باپ نے ان کو اعزاز بخشا اور وہ آج بھی دفتر اول میں ہیں۔ پھر دفتر دوم کا آغاز ہوا اس کو ترپن (53) سال گزر چکے ہیں۔ دفتر سوم کا آغاز ہوا جس کو تینتیس (33) سال گزر چکے ہیں۔ دفتر چہارم کا آغاز ہوا جو خود میں نے ہی کیا تھا اس کو بارہ (12) سال گزر چکے ہیں اب ہم اگلے سال میں داخل ہو رہے ہیں۔

پچھلی دفعہ ستر (70) کچھ ممالک سے رپورٹیں ملی تھیں۔ اس دفعہ خدا کے فضل سے بیاسی (82) ممالک کی طرف سے رپورٹیں ملی ہیں اس میں بھی ترقی ہے۔ وصولی خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ سولہ لاکھ چونسٹھ ہزار تین سو چالیس پاؤنڈ ہوئی ہے۔ جہاں تک مجھے یاد ہے جب اللہ تعالیٰ نے مجھے منصب خلافت پر فائز فرمایا تو یورپ امریکہ وغیرہ سب کی وصولی اس سے بہت کم تھی۔ پاکستانی

روپے کو چھوڑیں کیونکہ اس کی قیمت گر گئی ہے۔ لوگ کہیں گے کہ آپ گری ہوئی قیمت کے روپے کو اضافہ بتا رہے ہیں اس لئے میں اس کا ذکر ہی نہیں کرتا۔ ذکر تو کیا ہے لیکن مختصر۔ جو دنیا کی ویلیوز (Values) یعنی ان کے روپے کی قیمتیں ہیں ان میں ڈالر اور پاؤنڈ کی قیمتیں باوجود گرنے کے اپنی ذات میں مستحکم ہیں اور جو فرق پڑا ہے وہ پاکستانی روپے کے مقابل پر بہت کم فرق پڑا ہے۔ تو اس پہلو سے جہاں تک مجھے یاد ہے ساری دنیا کا چندہ سولہ لاکھ پاؤنڈ نہیں تھا جو آج تحریک جدید کا چندہ ہے یہ پاؤنڈوں میں ہے۔

گزشتہ سال کے مقابل پر یہ وصولی پندرہ لاکھ کی نسبت سولہ لاکھ چونسٹھ ہزار ہوئی ہے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے گزشتہ سال کے مقابل پر ایک لاکھ چھپن ہزار کا اضافہ ہے۔ اس اضافے کا سب سے بڑا سہرا امریکہ کے سر پر سجتا ہے۔ امریکہ نے وقف جدید میں آگے بڑھنے کا وعدہ کیا تھا وہ پورا کر دیا۔ پھر جب تحریک جدید میں سنتے تھے کہ جرمنی آگے ہے، پاکستان آگے ہے، فلاں آگے ہے تو ان کو یہ ایک مہمیز لگتی تھی جیسے گھوڑے کو ایڑ لگائی جاتی ہے۔ چنانچہ ایم ایم احمد صاحب نے مجھے کہا کہ اس دفعہ ہم کوشش کریں گے کہ تحریک جدید میں بھی آگے بڑھیں۔ تحریک جدید میں ان کا آگے بڑھنے کا انداز یہ ہے کہ ساری دنیا کو اتنا پیچھے چھوڑ گئے ہیں کہ اب ان کے لئے خیال بھی نہیں آسکتا کہ ہم آگے بڑھ کر ان کو پکڑ لیں۔ دو سال پہلے ان کی کل وصولی دو لاکھ پچھتر ہزار تھی اب چھ لاکھ چوراسی ہزار ہو چکی ہے تو ان دو سالوں میں بہت دوڑ لگائی ہے انہوں نے اور ماشاء اللہ جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا اب کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ ہم امریکہ کو پکڑ سکتے ہیں کیونکہ انہوں نے اور بھی زیادہ آگے بڑھنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے اور ہم سب کی طرف سے ان کو مبارک باد ہو۔ سب سے آگے بڑھنے والا گھوڑا نکلا۔ پاکستان نے بھی ترقی کی۔ ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ جرمنی کو تو ہم نے پیچھے کر کے چھوڑنا ہے آخر کر دیا اور اب اللہ کے فضل سے اتنی ترقی ہے اس دو سال کے اندر کہ جرمنی ان سے بہت پیچھے رہ گیا ہے۔ مگر جرمنی سے اس کا شکوہ نہیں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اس جماعت کے اور بے حد اخراجات ہیں تبلیغ کے اور دوسرے اور وہ متوازن قدم بڑھا رہے ہیں مگر ان کی اتنی توفیق ہے ہی نہیں کہ وہ اس مقابلے میں اب شامل ہو سکیں۔ تحریک جدید میں امریکہ اور پاکستان دونوں نے ان کو پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ مجموعی وصولی کے لحاظ سے جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے امریکہ اول، پاکستان دوم،

جرمنی تیسری پوزیشن میں ہے، برطانیہ چوتھی پوزیشن میں ہے، کینیڈا پانچویں، انڈونیشیا چھٹی، سوئٹزر لینڈ ساتویں، بھارت آٹھویں، ماریشس نویں، جاپان دسویں اور ناروے گیارھویں پوزیشن میں ہے۔ موازنے کی فہرست جو میں نے پیش کی ہے اس سے پوری سمجھ نہیں آپ کو آ سکتی کیونکہ ہر ایک کے حالات الگ ہیں، جماعتوں کی تعداد کا بہت بڑا فرق ہے اور اقتصادی حالات ملکوں کے مختلف ہیں۔ اس لئے صرف اول دوم سوم کی حیثیت سے میں نے آپ کو بتا دیا ہے تا کہ لوگوں کو خوشی ہو کہ ہم فلاں نمبر پر آئے ہوئے ہیں۔

لیکن جہاں تک فی کس قربانی کا تعلق ہے اس میں حسب سابق سوئٹزر لینڈ نے ابھی بھی اولیت کا جھنڈا اٹھایا ہوا ہے۔ ایک سو تینتیس (133) پاؤنڈ فی کس سوئٹزر لینڈ کے احباب قربانی پیش کر رہے ہیں تحریک جدید میں۔ امریکہ سے ان کی نسبت نہیں ہے کیونکہ امریکہ کی تعداد بہت زیادہ ہے اس لئے یہ موازنہ بھی پوری طرح حقیقی قربانی پیش نہیں کر سکتا مگر ایک ایسا ہے جس میں سوئٹزر لینڈ کو فضیلت ملی ہے تو بیان کرنی چاہئے۔ امریکہ کا ہر فرد ایک سو ایک پاؤنڈ پیش کر رہا ہے تحریک جدید میں اور یہ بہت بڑی قربانی ہے۔ جماعت میں جس کثرت سے عامۃ الناس بھی ہیں جن کی معمولی آمدنی ہے ان سب کو شامل کریں تو سوئٹزر لینڈ کے مقابل پر اس کو ایک بہت بڑی اہمیت حاصل ہو جاتی ہے۔ جاپان جو پہلے اول آیا کرتا تھا وہ اٹھہتر (78) پر ہے۔ یہ بھی آج کل کے حالات میں میں سمجھتا ہوں بڑی ہمت ہے۔ برطانیہ ماشاء اللہ اس دفعہ کچھ اور آگے آیا ہے۔ یہ عبدالخالق صاحب بنگالی جب سے ان کو تحریک جدید کا کام سپرد ہوا ہے اپنے آپ کو تعلق دار لکھنے لگ گئے ہیں اور بڑی محنت کر رہے ہیں ان کی محنت ابھی آگے چلے گی۔ وہ کہتے ہیں وصولی میں کچھ اور بھی کر لوں گا لیکن ان دو سالوں میں، اس سال خصوصیت کے ساتھ بنگالی صاحب نے کام سنبھالا ہے تو برطانیہ کو اچھی قربانی کی توفیق ملی ہے۔ بیلجیئم چھوٹی جماعت ہونے کے باوجود انتیسویں (29) پوزیشن میں ہے۔ اب مختصراً وقت کی رعایت سے میں یہ عرض کر دیتا ہوں کہ پاکستان میں لاہور، ربوہ، اسلام آباد، راولپنڈی، حیدر آباد، کوئٹہ، سرگودھا، سیالکوٹ، نارووال، گوجرانوالہ، ساہیوال، اوکاڑہ، نواب شاہ، سانگھڑ، فیصل آباد، خوشاب، پشاور، کراچی، گوجرخان، جہلم اسی ترتیب سے تحریک جدید کی قربانی میں آئے ہیں اللہ تعالیٰ ان سب کو بہترین جزاء عطا فرمائے۔ آمین

اب ایک اور غم اور خوشی کی ملی جلی خبر ہے۔ پاکستان سے ایک اور شہادت کی اطلاع ملی ہے۔ غم اس لئے کہ اپنا پیارا جب جدا ہو تو غم تو ضرور ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو جس طرح شہادت کی توفیق بخشی ہے وہ ایک بڑا مقام اور مرتبہ ہے۔ میری مراد ڈاکٹر نذیر احمد صاحب آف گھوئینکی ضلع گوجرانوالہ سے ہے۔ ان کے قاتل عنایت شاہ پولیس کی کوشش کی وجہ سے گرفتار ہوئے اور اس پہلو سے میں پولیس کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ پاکستان کے لئے کم ایسا واقعہ ہوا ہے کہ پولیس کے لئے دل سے دعائیں نکلیں لیکن وہاں کے تھانیدار بہت باضمیر انسان معلوم ہوتے ہیں۔ وہ جانتے تھے کہ ڈاکٹر نذیر صاحب اس علاقے کے لئے بے حد خدمت کرنے والے اور بے حد ہر دلعزیز ہیں اور بہت ہی کوئی خبیث فطرت ہے جس نے ان کو قتل کیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے سارے گاؤں کو اور ساتھ کے گاؤں جس کے متعلق شبہ تھا کہ ان میں سے قاتل نکلے گا ان کو اکٹھا کر کے یہ بتا دیا کہ دیکھو پولیس کے ہاتھ بڑے سخت ہوتے ہیں یا تو تم خود مخبری کرو، بتاؤ کہ کون ہے ورنہ میں پھر دوبارہ آؤں گا اور پھر میں اپنے سارے حربے استعمال کراؤں گا اور تم سے نکلوا کے چھوڑوں گا اس لئے مخبری کرنے والا بہتر ہے کہ خود ہی مخبری کر دے ورنہ ہوسکتا ہے کہ وہ بھی پکڑا جائے۔ چنانچہ اس دھمکی نے جو معنے رکھتی تھی بڑا اثر کیا اور ایک مخبر نے اس بدبخت مولوی کا نام بھیج دیا کہ یہ عنایت شاہ ہے اور، یہ اور اس کا بھائی دونوں دراصل تو طاہر القادری کے مرید ہیں اور انہوں نے ہی ساری شرارت کی ہے اور یہ عجیب مولویت ہے پاکستان میں کہ تقویٰ تو قریب بھی نہیں پھٹکا ہوا، پیسے بھی لے کر بھاگ گئے، رائفل بھی اس سے نکلوالی اور جا کے نہر کے کنارے گولیوں کی بوچھاڑ کر کے شہید کیا اور اسی نہر میں ڈال دیا۔ مخبر نے جب پولیس کو اطلاع کی تو سیدھا پولیس نے ان کو جا پکڑا اور بعینہٖ اسی جگہ سے لاش دریافت کر لی اسی طرح ان کو گولیاں لگی ہوئی تھیں۔ اس لئے اس معاملے میں شک کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی۔ ان کو ربوہ میں پوری عزت افزائی کے ساتھ جو ایک شہید کی ہونی چاہئے دفن کیا گیا اور ان کی اولاد میں سب سے بڑے صاحبزادے 35 سال کے ہیں اور اور بھی بچے ہیں ان سب کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اپنی عنایت کے سائے تلے رکھے اور قاتل کو جو سزا اس دنیا میں ملنی ہے وہ تو ملے گی لیکن مجھے اس میں ذرہ بھی شک نہیں کہ آخرت کی سزا اس سے بھی زیادہ سخت ہوگی کیونکہ یہ بے حیا لوگ ہیں، پلید ذات ہیں، جب خدا کا نام لے کر ایسی مجرمانہ حرکتیں کرتے اور ساتھ اپنا پیٹ بھی پال رہے ہیں۔ خدا

کے نام پر کسی کو مار کے غازی بننے کے دعویدار ہو جاتے ہیں۔ سارے پاکستان کا یہ حال ہو چکا ہے۔ جب سے احمدیت کو انہوں نے اپنی طرف سے اپنے مزاج میں سے نکالا ہے ایسے ملعون ہو چکے ہیں کہ زندگی کا ہر شعبہ لعنت سے بھر گیا ہے۔ کچھ سمجھ نہیں آتی اس ملک کا کیا بنے گا۔ اللہ ہی ہے جو ان کو عقل دے۔ تو سب سے پہلے تو میں ڈاکٹر نذیر احمد صاحب آف گھوئینکی کی نماز جنازہ غائب جمعہ کے بعد عصر کی نماز کے بعد پڑھوں گا۔ آج عصر کی نماز جمع ہوگی کیونکہ یہ مجبوری ہے۔ سردیوں کی وجہ سے اب دن اتنے چھوٹے ہو گئے ہیں کہ جمعہ ختم ہوتے ہوتے عصر کی نماز کے وقت سے مل جاتا ہے تو جب تک یہ سردیوں کے دن نہ بدلیں آئندہ ظہر کی نمازیں نہیں بلکہ جمعہ کی نمازیں عصر کے ساتھ جمع ہوا کریں گی۔

اب دوسرے ہمارے عزیز دوست بریگیڈیئر وقیع الزمان صاحب ہیں ان کے کوائف چھپ چکے ہیں۔ مجھے اس کے دہرانے کی ضرورت نہیں۔ میں مختصراً اتنا کہوں گا کہ ان کی ہمیشہ خواہش ہوا کرتی تھی، مجھ سے ذکر کیا کرتے تھے کہ میں کسی پر بوجھ نہ بنوں۔ اللہ مجھے اس طرح اٹھائے کہ میں کبھی بوجھ نہ بنوں۔ چنانچہ ان کا وصال اس طرح ہوا ہے کہ ہارٹ اٹیک نہیں ہوا بلکہ چلتے چلتے دل خود ہی بند ہو گیا۔ ایسی ملائمت کے ساتھ کہ کوئی بھی اثر چہرے پر کسی تکلیف کا نہیں ہے۔ اخبار پڑھتے پڑھتے وہیں سر جھکا دیا اور میز پر ٹکا دیا اور جب ان کی بیگم نے یہ خیال کیا کہ شاید سوئے ہوئے ہیں، تھک کر سو گئے ہیں، جب قریب جا کر دیکھا تو سانس بند تھا اور فوت ہو چکے تھے۔ یہ ان کی وفات بتا رہی ہے کہ اللہ نے ان کو قبول فرما لیا ہے ورنہ اس طرح نیک خواہش کا اظہار خدا تعالیٰ قبول نہیں کیا کرتا جب تک کسی نیک بندے کے دل پر نگاہ نہ ہو اور اسے قبولیت نہ بخشے۔ ان کا انگلستان کے ساتھ ایک گہرا تعلق یہ ہے کہ عزیزہ ساجدہ مرحومہ جنہوں نے ہارٹلے پول کو عزت بخشی، جن کی وجہ سے، ان کے میاں اور ان کی کوششوں کی وجہ سے، ہارٹلے پول میں بڑی زبردست جماعت بنی، بڑے مخلص لوگ ہیں جن کو میں خود اب بھی دیکھ کر آیا ہوں، یہ ان کی بیٹی ہیں۔ قانتہ جو مولوی عبدالمغنی صاحب کی صاحبزادی تھیں ان سے ان کی شادی ہوئی تھی اور بچی کی ولادت پر یا ولادت کے بعد جلد وہ فوت ہو گئی تھیں۔ میں دیکھ کر بتا سکتا ہوں اس بچی کو انہوں نے پالا۔

بہر حال یہ کوائف چھپ جائیں گے۔ چھوٹی موٹی اس میں غلطی آگے پیچھے ہو تو بے معنی بات ہے میں صرف ذکر یہ کرنا چاہتا ہوں کہ ساجدہ حمید جنہوں نے سارے انگلستان کی جماعت سے

دعائیں لی ہیں اور ایک عزت کا مقام ہے وہ ان کی بیٹی تھیں۔ ان کی دوسری شادی حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کی صاحبزادی امتہ المجید سے ہوئی۔ ان سے بھی جتنے بچے ہیں نہایت ہی اعلیٰ تربیت ہے ان کی۔ بہت مخلص، بہت فدائی۔ جب میں انگلستان آیا ہوں تو میرے ساتھ جو دو شخص جماعت کی طرف سے نمائندہ تھے ان میں ایک بریگیڈیئر وقیع الزمان صاحب تھے اور ایک چوہدری حمید نصر اللہ صاحب لاہور کے امیر۔ ان سے جو میرے تعلقات کی باتیں یا ہماری خط وکتابت تھی وہ لمبے مضمون ہیں ان کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ اتنا میں جانتا ہوں کہ بڑے فدائی انسان تھے، بہت ہی بزرگ والد، خوش نصیب ہیں وہ بچے اور خوش نصیب ہے وہ بیوی جن کو وقیع الزمان نصیب ہوئے۔ اللہ تعالیٰ غریق رحمت فرمائے۔ نماز عصر کے بعد انشاء اللہ ان کی نماز جنازہ ہوگی۔

(حضور ایدہ اللہ نے مکرمہ ساجدہ حمید صاحبہ کے متعلق خطبہ کے دوران ایک دفعہ سہواً فرمایا کہ مکرمہ قانتہ صاحبہ کی بیٹی کی بیٹی تھیں۔ اس پر حاضرین میں سے کسی نے توجہ دلائی تو حضور نے فرمایا)

آپ نے ٹھیک بتایا ہے قانتہ جو تھیں ان کے ساتھ ان کی شادی ہوئی تھی۔ دیکھو کتنی بڑی غلطی مجھ سے ہو رہی تھی۔ تو خیالات اور طرف بہہ رہے ہوں تو بعض دفعہ ایسی باتیں جن کا علم بھی ہو وہ بھی وقتی طور پر بھول جاتی ہیں۔ قانتہ جو مولوی عبدالمغنی صاحب کی صاحبزادی تھیں ان سے ان کی شادی ہوئی تھی اور ان کے لئے بھی بہت ہی بہترین خاوند ثابت ہوئے۔ ان کی بچی ساجدہ ہے جس سے قانتہ کے تعلق کی وجہ سے اور بھی زیادہ پیار تھا اور ساری اولاد کہتی ہے کہ بہترین، بہت ہی عظیم والد تھے۔ تو اللہ تعالیٰ ان کو غریق رحمت فرمائے اور انشاء اللہ ابھی نماز عصر کے بعد ان کی نماز جنازہ ہوگی۔ جمعہ میں عام طور پر بولنا جائز نہیں مگر یہ بولنا مجھے بہت اچھا لگا ہے۔